اسلام میں خواتین کا مرتبہ

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

آخری قسط

(۷)

گذشتہ مضمون میں عرض کیا گیا کہ سرمایہ داروں نے عورتوں کی آزادی کا نعرہ بلند کیا اور ان کو حقوق دلانے کا پروپیگنڈہ بھی کیا، لیکن مقصد اپنے کارخانوں میں سستے مزدوروں کی بھرتی تھی۔ آزادی کے جھوٹے نعروں سے متاثر ہو کر عورتیں گھروں سے باہر نکلیں، جس کے نتیجے میں فیملی لائف اور خاندانی نظام درہم برہم ہو گیا۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت خانوادوں کی تشکیل کی مخالف ہے، کیونکہ اس کی ترقی کا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ نظام خانوادہ کے تار و پود بکھر جائیں اور آپسی محبت کے رشتے ٹوٹ جائیں۔ انہیں ایسے مزدور چاہئے کہ ان کے کارخانوں کے لئے وقف ہو جائیں اور سارے رشتے توڑ کر صرف انہی کے غلام بن کر رہیں۔ اسی فکر نے انسانی معاشرے کو بے اندازہ نقصانات پہنچائے ہیں اور انسان مشین کا ایک پرزہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ خاندانی نظام ہے جس میں انسانی صفات پرورش پاتی ہیں۔ محبت، رعایت، باہمی تعاون، ہمدردی، عفو و درگزر، ایثار و قربانی و دیگر صفات جو انسانی معاشرہ کے بنیادی عناصر ہیں، وہ خانوادہ اور گھریلو زندگی ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں رشد و نمو بھی حاصل کرتے ہیں۔ خاندانی نظام ہی کے ذریعہ اخلاقی اور فکری میراث اور خاندانی شرافتیں اور فضیلتیں آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتی ہیں۔

ایک بزرگ نے بڑی دلچسپ بات کہی کہ عورتوں کی آزادی کے نعرے عورتوں کی طرف سے کم بلند ہوتے ہیں مردوں کی طرف سے زیادہ۔ خود عورتوں کو دیکھنا چاہئے کہ اس مطالبے میں کہیں مردوں کی خودغرضی تو شامل نہیں جس پر انہوں نے ہمدردی کا نقاب ڈال دیا ہے۔ پردے کے خلاف مہم اور عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے باہر نکالنے کا مطالبہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جیسے شہر کے سارے چور ڈاکو مل کر احتجاج کریں کہ لوگ راتوں کو اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے کیوں سوتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں ڈاکے ڈالنے میں دقت ہوتی ہے۔ خواتین کے لئے اس بات کا جاننا بہت ضروری ہے کہ آزادی کے مطالبوں میں عورتوں سے ہمدردی کا جذبہ کم ہے، مردوں کی خودغرضی زیادہ ہے۔

اسلامی نظام میں ناانصافی کا شائبہ تک نہیں۔ اسلامی قوانین اس کے بنائے ہوئے ہیں جو خالق بھی ہے، رب بھی ہے اور ارحم الراحمین بھی۔ جس کو جتنی ضرورت ہے اور جس میں جتنی فطری صلاحیت ہے اتنا حق اسے دیا گیا ہے، کیونکہ فطرت کا خالق بھی وہی ہے اور قانون شریعت کا بنانے والا بھی وہی ہے۔ اس کی مثال اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے باپ چاہتا ہے کہ اپنی ساری جائیداد اولاد میں بانٹ دے۔ اس کے پاس کھیتی کے لئے زمین بھی ہے، دکان بھی ہے اور کارخانہ بھی۔ دکان، زمین اور کارخانہ کی قیمت برابر برابر ہے۔ سمجھدار اور تجربہ کار باپ یہ دیکھے گا کون اولاد کون سی جائیداد بہتر طریقے سے سنبھال سکتی ہے تو جس میں کارخانہ چلانے کی صلاحیت دیکھی اسے کارخانہ دے دیا، جس میں دیکھا کھیتی باڑی کا سلیقہ پایا جاتا ہے اس اولاد کو کھیتی کے لئے زمین دے دی۔ جس میں دکانداری کی صلاحیت پائی اسے دکان سپرد کر دی۔ اس عمل کو کون ناانصافی کہے گا؟ اگرچہ تینوں چیزیں الگ الگ ہیں، مگر

قیمت اور اہمیت برابر ہے اور فطری صلاحیت کے مطابق تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک باہری زندگی اور ایک گھریلو زندگی۔ فطری صلاحیتوں کے مطابق مرد کو باہری زندگی کی ذمہ داری سونپ دی گئی اور عورتوں کو گھر کی ملکہ کا درجہ عطا کر دیا، تاکہ دونوں مل کر انسانی معاشرے کی تشکیل کریں۔

جب یہ کہا گیا کہ عورت کا اولین فریضہ اور اہم ترین ڈیوٹی بحیثیت ماں کے ہے تو بڑی واویلا مچائی گئی، لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عورت کے ذہن اور جسم کو قدرت کی طرف سے ایسے سانچے میں ڈھالا گیا ہے جو صرف ماں کے لئے مناسب ہے۔ جسمانی ساخت کے سلسلے میں ایک دلیل دینا چاہتا ہوں، جو ناقابل انکار ہے۔ مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں کی ہڈیوں کے جوڑ میں فرق ہے۔ مردوں کے ہاتھوں کی ہڈیاں اس طرح سے جڑی ہوتی ہیں کہ وہ زمین سے بھاری وزن اپنے سر سے اونچا اٹھا سکتا ہے، لیکن خواتین کے ہاتھوں کی ہڈیوں کی ساخت ایسی ہے کہ وہ ہاتھوں کو موڑ کر وزن دیر تک سنبھال سکتی ہیں۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اگر کسی طاقتور مرد کو چھوٹا سا بچہ تھوڑی دیر کے لئے گود میں دے دیا جائے تو طاقتور ہونے کے باوجود جلد ہی تھک جائے گا، مگر ایک دھان پان سی عورت کسی بچہ کو دن بھر گود میں لیے رہتی ہے، مگر تھکن کا احساس نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے ہاتھوں کی ساخت ہی ایسی ہے کہ وزن کو گود میں دیر تک سنبھال سکتی ہے۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت کی خلقت کا اہم ترین مقصد ایک بہترین ماں بننا ہے۔ کاش یہ پیغام ان خواتین تک پہنچ جائے جو سیاسی لیڈر بننے کے لئے بیتاب ہیں کہ اچھی ماں بننے کا فن فرمانروائی اور لیڈری کے فن سے زیادہ دشوار بھی ہے اور اہم بھی۔

چونکہ اس موضوع پر آخری مضمون ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ شریعت اسلامیہ نے خواتین کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان میں سے چند اختصار کے ساتھ بیان ہو جائیں، مگر یہ مدنظر رہے کہ میں جو بھی عرض کروں گا وہ فقہ جعفری کے مطابق ہے۔

(۱) مرد، بیوی کو گھر کے کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ دیکھا گیا ہے کہ دفتر سے شوہر نامدار تشریف لاتے ہی کھانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر تیار نہ ہو تو بیوی کو زبردست ڈانٹ کھانی پڑتی ہے اور جب نوش فرمانے بیٹھتے ہیں تو کبھی مرچ زیادہ ہونے پر پلیٹ اچھال دی تو کبھی نمک زیادہ ہونے پر پتیلی الٹ دی۔ ایسے مردوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ رعب جما کر بیوی سے کام نہیں لے سکتے۔ اگر بیوی انکار کر دے تو خادمہ رکھنا واجب ہے اور اگر خادمہ رکھنے کی استطاعت نہیں تو باورچی خانہ تشریف لے جائیں، چولہا جلائیں، پتیلی چڑھائیں اور بیوی سے پوچھیں آج کیا پسند فرمائیں گی۔ جب بیوی کھانا نوش کر لیں تو برتن دھوئیں۔ اگر گھر میں کوڑا ہے تو جھاڑو اٹھائیں۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر گھر کے کام کی اجرت بیوی مانگے تو دینی ہوگی۔

(۲) اسلام پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مرد کو طلاق کا حق ہے، لیکن عورت کو نہیں، مگر طلاق خلع کے ذریعہ عورت کسی بھی نامناسب شوہر سے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح وقت عقد، طلاق کی وکالت شوہر سے حاصل کر سکتی ہے اور کبھی بھی اس حق کو استعمال کر کے اپنے ظالم اور ناقابل قبول شوہر سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

(۳) عقد کے وقت شرط کر سکتی ہے کہ میرے بیوی رہنے تک شوہر دوسرا عقد کرنے کا حق استعمال نہیں کرے گا۔ اگر شوہر دوسرا عقد کرے تو شرط کی خلاف ورزی کی بنیاد پر مطالبہ طلاق کر سکتی ہے۔

(۴) آج عدالتیں فخریہ کہتی ہیں کہ ہم نے مسلمان عورتوں کو حق دلایا اور طلاق کے بعد بھی نان ونفقہ سابقہ شوہر پر لازم کر دیا۔ حالانکہ یہ حق، شریعت عورت کو پہلے ہی دے چکی ہے۔ عقد کے وقت شرط کر سکتی ہے کہ اگر شوہر نے بلاوجہ طلاق دی تو عورت کے دوسرا عقد کرنے تک نان ونفقہ دیتا رہے گا، لیکن یہ تمام شرائط عقد کے وقت ہونا چاہئے۔

(۵) عورت دودھ پلانے کی اجرت شوہر سے لے سکتی ہے۔ (وما علینا الا البلاغ)

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۱۳؍اگست ۲۰۱۰ء)